رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۵۳

THE AKHBAR ALHAKAM

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ
بیشک خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جبتک وہ قوم اپنی حالت کو نہ بدلے

بیا در بزم مستاں تا ببینی عالمے دیگر بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی (عرفانی)
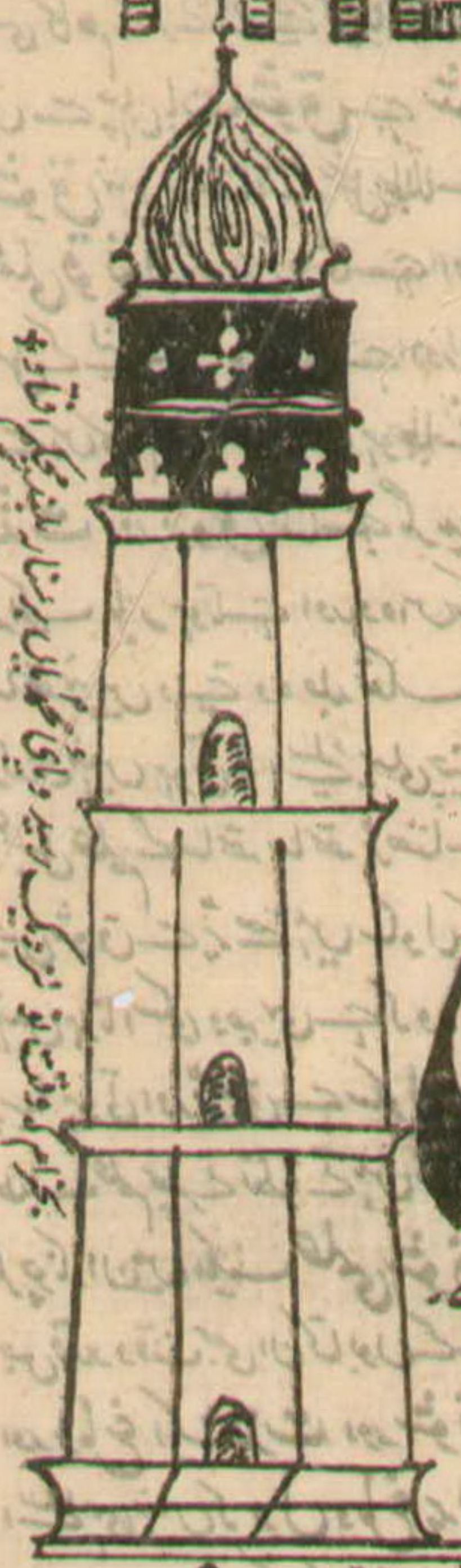
الحکم

قادیان دارالامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۷-۱۴-۲۱-۲۸ کو ہر انگریزی مہینہ کی شائع ہوتا ہے۔

چہ گویم با تو گرائی چہا در قادیاں بینی دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

قیمت جو ہر حالت میں پیشگی لیجائے گی۔
والیان ریاست اور امراء سے
معاونین الحکم سے
سرپرستان الحکم سے
عوام سے

جلد ۲۵ | مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۲۳ء یوم چہار شنبہ | نمبر ۹

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی دوسری تقریر

جو سالانہ جلسہ پر ۲۸ دسمبر ۱۹۲۲ء کو بعد نماز ظہر و عصر فرمائی
ظہر و عصر کی نماز کے بعد حسب معمول حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی دوسری تقریر تھی۔ تقریر سے پہلے حافظ روشن علی صاحب نے قرآن مجید کی تلاوت کی اور خان صاحب قاسم علی خان صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح کی ایک نظم پڑھی اس کے بعد آپ نے تقریر شروع فرمائی۔

یہ تقریر میں اپنی ذمہ داری پر اپنے نوٹوں سے مرتب کرتا ہوں اور اس لحاظ سے کہ جلد سے جلد احباب کو پہنچ جانی چاہیے میں اسے الحکم کے ذریعہ شائع کرتا ہوں اُسی طریق پر جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد سعادت میں میرا تھا۔ دفتر تالیف و اشاعت اغلب ہے ان تقریروں کو اپنے طریق پر سال کے آخر میں یا جب اسے موقعہ ملے شائع کرے۔ میں اُس وقت کا انتظار غیر ضروری سمجھتا ہوں۔

مجھے صاف لفظوں میں اعتراف ہے اور میں نے بارہا کہا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح کے کلام میں آمد اور روانی اتنی ہوتی ہے کہ اس میں سے بعض فقرات کا رہجانا ممکن نہیں یقینی ہے مگر مفہوم کو حتی الوسع ضائع نہیں ہونے دیا گیا بہرحال میں اپنے نوٹوں سے لے کر شائع کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اسے ہمارے لیے خضر راہ بنا دے۔ اور توفیق عمل دے۔ آمین

عرفانی

آپ نے سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ کی چند آیات تلاوت فرما کر تقریر شروع کی۔ اور فرمایا۔ میرا ارادہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور فضل کے ماتحت ایک ایسے مضمون پر بولنے کا ہے جو گو اس مضمون کی اہمیت کو تو نہیں پہنچ سکتا جو سال گزشتہ میں نے سنایا تھا کیونکہ پچھلے سال میں نے ذات باری پر تقریر کی تھی اور کوئی مضمون اُسکے برابر نہیں پہنچ سکتا مگر اس میں شک نہیں کہ جو مضمون آج میں بیان کروں گا یہ

ذات باری کے بعد سمجھنے کے لیے بہت اہم ہے

بلکہ اگر انسانی نقطہ خیال سے دیکھا جاوے تو نہایت اہم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو مستثنیٰ کر کے یہ مضمون سب سے اہم ہے وہ مضمون کیا ہے؟

وہ مضمون ہے نجات

درحقیقت انسان کو سب سے بڑی چیز جو مطلوب ہوتی ہے وہ نجات ہے۔ دنیا کی تمام شاندار چیزیں اگر میسر ہوں لیکن اگر نجات نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

مثل مشہور ہے کہ اگر جان ہے تو جہان ہے۔ صحت و عافیت نہ ہو اور دنیا بھر کے آرام اور لذات حاصل ہوں کچھ حقیقت انکی نہیں اور کوئی چیز بھی اچھی نہیں لگتی۔ ایک بیمار انسان کو ستاروں کی وسعت اور آسمان کی جو سے زمین کے سبزہ زاروں اور خوشنما نظاروں سے کوئی لطف نہیں آسکتا اور وہ تمام چیزیں جو انسانی زندگی کے آرام اور ذوق کا ذریعہ ہیں اسکے لیے تلخ اور ناگوار ہو جاتی ہیں محض اسلیے کہ اس کو

صحت کی خوشی حاصل نہیں

وہ ایک دکھ میں مبتلا ہے اور وہ دکھ تمام راحتوں اور سکھوں کو دکھ ہی سے بدل لیتا ہے۔ یہی وہ مضمون ہے جو میرے اس شعر میں ہے

خلق و تکوین جہاں راست پہ پر پوچھو تو
بات تب ہی ہے کہ مری بگڑی بنائے کوئی

اگر میری روح کو کوئی بنا دیتا ہے تو مزہ ہے ورنہ دنیا کا یہ دلکش نقشہ کوئی اثر نہیں ڈال سکتا۔

غرض

یہ مضمون نجات ہمارے نقطہ نگاہ سے سب سے اہم ہے پس میں اُمید کرتا ہوں کہ احباب اسے غور سے سنیں گے کیونکہ یہ انکی اپنی ذات کے لیے نہایت مفید ہے یہی انکی زندگی کا اصل مقصود اور مدعا ہے کہ نجات حاصل ہو۔

ہمیں شک نہیں کہ جب کسی مضمون کے متعلق کچھ بیان کیا جاتا ہے تو اُس مضمون کی تکمیل کے لیے اس امر کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس کے

علمی اور عملی پہلو

علمی اور عملی پہلوؤں پر خوب روشنی ڈالی جاوے اور جب تک اُسکی پوری حقیقت بیان نہ کی جاوے یہی نہیں کہ وہ بات سمجھ میں نہیں آتی بلکہ اس سے کوئی دلچسپی پیدا نہ ہو کر عملی قوت بھی پیدا نہیں ہوتی۔ اور ہماری

انوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی احمدی عرفانی پرنٹر و پبلشر نے چھاپ کر شائع کیا

غرض یہ ہے کہ

عملی قوتیں ترقی کریں

کسی کام کے کرنے کے لیئے کئی باتوں کی ضرورت ہوتی ہے ان میں سے پہلی بات شوق ہے شوق والا دوسرے سے جو شوق نہیں رکھتا آگے نکل جاتا ہے اسلیئے کہ وہ شوق اسکی عملی قوتوں کو تیز کر دیتا ہے اور طبیعت آسانی کے ساتھ عمل کے لیئے طیار ہو جاتی ہے اور اسکا دل اور دماغ آسانی سے اس کام میں مصروف ہو جاتے ہیں اور اس میں اسے ایک لذت اور ذوق ملتا ہے مگر بیشوق آدمی کے دل اور دماغ پر ایک بار ہوتا ہے اور وہ اس کے ہاتھ اور عملی قویٰ کا ساتھ نہیں دیتے وہ جلد تھک جاتا ہے اور اسکے کام میں برکت نہیں ہوتی - اسلیئے پہلی چیز شوق ہے مگر یہ شوق تکمیل علم کے ساتھ ساتھ بڑھتا ہے دیکھو کالج کے طالب علم جس شوق سے پڑھتے ہیں سکول کے طالب علموں میں وہ شوق نہیں ہوتا اسکی وجہ یہی ہے کہ وہ علمی لذت جو تکمیل کے ساتھ پیدا ہوتی اور بڑھتی ہے سکول میں نہیں ہوتی۔ بظاہر کالج کے طالب علم پھرتے نظر آتے ہیں حالانکہ انکی کتابیں بڑی ہوتی ہیں مگر چونکہ ان میں ایک علمی شوق پیدا ہو گیا ہوتا ہے اسلیئے جس قدر وقت بھی ان کتابوں کے لیئے وہ دیتے ہیں چونکہ دل اور دماغ ایک لذت اور شوق کے ساتھ انکو پڑھتے ہیں اسلیئے یہی نہیں کہ دل دماغ پر بوجھ نہیں ہوتا بلکہ تھوڑے وقت میں وہ بہت کچھہ کر لیتے ہیں برخلاف اس کے کہ چھوٹے بچے جب مدرسہ میں جاتے ہیں تو علمی شوق ہوتا نہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ماں باپ پاگل ہو گئے ہیں جو ہمکو مدرسہ بھیج رہے ہیں

دیکھو

محنت دو نو کرتے ہیں مگر ایک کی محنت کے ساتھ شوق بھی ملا ہوا ہے اور دوسرے کی محنت میں شوق نہیں اسلیئے وہ تکلیف وہ ہو رہی ہے۔

غرض

یہ ضروری امر ہے کہ کسی کام کے کرنے کے لیئے شوق مقدم ہے اور چونکہ اس امر کی ضرورت ہے کہ مضمون کی تکمیل کے لیئے اسکے علمی اور عملی پہلوؤں کو ظاہر کیا جاوے میں

نجات کے علمی اور عملی حصہ پر نظر کرونگا

[illegible]

پیشتر اسکے کہ میں اصل مضمون شروع میں اس امر کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ اس سال کانفرنس کے موقعہ پر کہا گیا تھا کہ قرآن کریم علم کی طرح پڑھایا جاوے اور دو سال میں قرآن کریم کے ختم کرنے کا انتظام کیا تھا - اس درس میں جو اگست کے مہینہ میں ہوا اسی کے قریب آدمی باہر سے شریک ہوئے - اور یہ تسلی دینے والی بات ہے انھوں نے جس شوق اور محنت کے ساتھ قرآن مجید پڑھا ہے اس سے بہت خوشی ہوئی ۔ ۶ گھنٹہ تک تو میں پڑھاتا تھا پھر صرف و نحو کا وقت تھا اور میر محمد اسحق صاحب نے ایک سلسلہ ضروری اور اہم مضامین پر لیکچروں کا شروع کیا ہوا تھا۔ دو ڈھائی گھنٹہ تک ہم بھی لگ جاتے تھے اور روزانہ امتحان بھی لیا جاتا تھا اور تین سوال لکھ کر دیئے جاتے تھے انکا جواب تحریری دینا ہوتا تھا۔ پھر آگے درس ہوتا تھا - غرض آموختہ یاد کرنا اور آگے کی طیاری کرنا - امتحان دینا یہ معمولی محنت نہ تھی مگر مجھے معلوم ہوا کہ وہ لوگ راتوں کو بیٹھ کر یاد کرتے تھے یہ ساری محنت اور مصروفیت انکو بوجھ نہیں معلوم ہوتی تھی اسلیئے کہ اس کے ساتھ

شوق تھا

بہت کوشش اور محنت کے باوجود دس پارے مکمل ہو سکے میں نے چونکہ دو سال میں ختم کرنے کا ارادہ کیا ہے اگر خدا تعالیٰ کا ارادہ اور توفیق بھی اس کے ساتھ ملجاوے اسلیئے میں اعلان کرتا ہوں کہ اس سال میں نے

بیس پارے ختم کرنے کی نیّت کی ہے

تاکہ مقررہ وقت میں ختم ہو جاوے اسلیئے جو احباب اس سال شریک ہوئے تھے وہ ابھی سے اسکی نیّت کر لیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ توفیق دے - آمین +

میں سچ کہتا ہوں کہ قرآن کریم کے سمجھنے سے جو لذّت اور تازگی روح میں پیدا ہوتی ہے اور کسی چیز سے نہیں۔ دوستوں کو چاہیئے کہ اس نعمت اور لذّت کے حاصل کرنے میں کوئی پیچھے نہ رہ جاوے اور وہ ابھی سے طیاری کریں۔

میری دلی خواہش یہی ہے کہ ہر سال یہ مہینہ درس کا رکھا جاوے اور اس طرح یہ ساری جماعت آکر اسکو سن لے۔

پھر یہ بھی نیّت اور ارادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو یہ درس شائع ہو جاوے تاکہ اسکا فائدہ اور بھی وسیع ہو سکے۔ کچھہ کام اسکا شروع کر دیا ہے اور کچھ اللہ تعالیٰ چاہے تو جلسہ کے بعد اور پھر اسکے فضل سے اُمید ہے کہ جسقدر طیار ہو جاوے وہ شائع کر دیا جاوے۔

اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ کتاب شائع ہو جائیگی تو اس کے ذریعہ ہی پڑھ لیں گے دیکھو قرآن شریف بھی تو کتاب ہے پھر اسکے بھی سامنے بیٹھ کر پڑھنے کی ضرورت ہے اصل بات یہ ہے کہ جو شخص سامنے بیٹھ کر پڑھتا ہے۔

اسپر توجہ کا اثر ہوتا ہے +

اور ان دعاؤں کا بھی اثر ہوتا ہے جو سننے والوں کے لیئے کیجاتی ہیں کہ

خدایا یہ ضائع نہ جاوے

کتاب کے ساتھ وہ توجہ نہیں جا سکتی - اور ذاتی خیال کا جو فائدہ ہوتا ہے وہ بھی کتاب کے ساتھ نہیں جا سکتا۔ پڑھنے والے جو سوال کرتے ہیں وہ بھی ساتھ نہیں جاتے غرض خود یہاں آکر پڑھنا ایک خاص اثر اور نتیجہ رکھتا ہے اور وہ لوگ جو اس سال آئے تھے وہ اسکو خوب جانتے اور محسوس کرتے ہیں پس ہر شخص یہ نیت کرے کہ وہ اسطرح قرآن مجید کو پڑھے گا۔ اگر وہ اس سال نہیں آ سکتا تو دوسرے سال سہی مگر نیّت ابھی سے کر لینی چاہیئے کہ اسکا بھی ثواب اور اثر ہے اور خدا توفیق دیدیتا ہے۔

اصل مضمون کی طرف رجوع

اس اعلان کے بعد میں اب اصل مضمون کی طرف آتا ہوں جو نجات کے متعلق ہے +

پہلا سوال نجات کے متعلق یہ ہے۔

کیا نجات فطرت انسانی میں داخل ہے؟

اسکی اہمیت اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ نجات فطرت انسانی میں داخل ہے ہر قوم اور ملک کے لوگ فطرتاً چاہتے ہیں کہ نجات حاصل ہو خواہ وہ کچھہ بھی اسکا نام رکھیں اور اس کے حاصل کرنے کا کچھہ بھی طریق ظاہر کریں مگر یہ اجماعی طور پر پایا جاتا ہے کہ

نجات کے خواہاں ہیں

جسطرح ہستی باری تعالیٰ کا وجود فطرت میں داخل ہے کوئی قوم ایسی نہیں جس میں خدا تعالیٰ کے وجود کا خیال نہ ہو اسی طرح طبعی طور پر یہ خیال بھی آتا ہے۔

یہ ایک جدی بحث ہے کہ وہ خیال طبعیات یا سائنس کے مقابلہ میں ٹھہرتا ہے یا نہیں مگر آتا ہے ضرور ہے - اسلیئے یہ تو ظاہر ہے کہ نجات انسانی فطرت میں داخل ہے ہاں اسکا ثبوت کہ یہ کیونکر انسانی فطرت میں داخل ہے یہ ہے کہ

دنیا کے تمام مذاہب میں نجات کا مسئلہ ہے

جسطرح دنیا کے ہر گوشہ میں ہر قوم میں خدا کا خیال پایا جاتا ہے۔ حبشیوں میں جا کر دیکھو یہانتک کہ آسٹریلیا کے اصلی باشندوں میں (جنکو یورپ والوں نے ہلاک کر دیا ہے) بھی خدا کا خیال موجود تھا - جاہل سے جاہل اور وحشی سے وحشی اقوام بھی اس خیال سے کبھی الگ نہیں ہوتیں۔

غرض تمام قوموں میں خدا کا خیال پایا جاتا ہے میں نے دنیا کے تمام گوشوں کی کتابیں پڑھی ہیں اور بہت گہری نظر سے مطالعہ کی ہیں کہ آیا وہ خدا تعالیٰ کے وجود کے متعلق کوئی خیال رکھتی ہیں یا نہیں؟ تو مجھے کوئی قوم اور اس ملک کے رہنے والے نہیں ملے جنہیں خدا تعالیٰ کا خیال کسی نہ کسی رنگ میں موجود نہ ہو اسی طرح میں نے ان قوموں کے حالات اور معتقدات کو پڑھا تو مجھے کوئی قوم ایسی نہیں ملی جو نجات کا عقیدہ نہ رکھتی ہو۔ میں بڑے بڑے مذاہب کا ذکر کروں گا - ان تمام موجودہ مذاہب کی کتابوں کو دیکھا تو ان میں

نجات کا مسئلہ موجود پایا

عیسائیوں کا تو سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے۔ ہندو نجات کو مکتی یا موکش کہتے ہیں - انکا بھی عقیدہ ہے کہ نجات ملنی چاہیئے - اور آخر نجات کی ایک صورت قرار دیتے ہیں - یہودی مذہب میں بھی نجات کا مسئلہ ہے جو بائبل کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے گو وہ لفظ نجات نہ بولیں۔ زرتشتیوں یعنی ایرانیوں کی کتابوں میں بھی لکھا ہے کہ

نجات حاصل کرنی چاہیئے

پرانے مذاہب جنکو وحشی مذاہب کہتے ہیں جیسے مصری۔ جاپانی وغیرہ ان میں بھی نجات کا مذہب ہے چھ سات ہزار برس کے آثار قدیمہ سے پتا لگتا ہے کہ وہ مردوں کے ساتھ کھانے پینے کی چیزیں رکھتے تھے اور تعویذ رکھتے تھے جن سے غرض یہ ہوتی تھی کہ ان کی نجات ہو جاوے۔

جسقدر اس تحقیقات کو چاہو لمبا کرو ادنیٰ سے ادنیٰ مذاہب میں بھی یہ بات ملے گی کہ وہ نجات کے متعلق عقیدہ ضرور رکھتے ہیں +

مگر عجیب بات یہ ہے کہ تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ نجات خدا تعالیٰ کے وجود کے اعتقاد کے مقابلہ میں بھی کچھ دو ہاتھ بڑھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ بعض قومیں ایسی بھی ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کا تو انکار کرتی ہیں مگر نجات کے عقیدہ کو وہ بھی نہیں چھوڑ سکتی ہیں۔ جیسے ہندوستان میں بدھ اور جینی ہیں بدھ اگرچہ خدا کے قائل تھے مگر اب انکی پوزیشن یہ ہے کہ وہ اس اعتقاد سے وابستہ نہیں رہے۔ وہ کہتے ہیں کہ

خدا ہے یا نہیں مگر اصل چیز یہ ہے کہ نجات حاصل کرنی چاہیئے

کیونکہ وہ اپنے دکھوں کے دور کرنے سے تعلق رکھتی ہے۔ **جینی** تو صاف طور پر کہتے ہیں کہ کوئی خدا نہیں مگر باایں ہمہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ

انسان کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ نجات حاصل کرے

پس سب مذاہب کے اتفاق سے یہ ثابت ہوا کہ نجات کا عقیدہ **ایک فطرتی عقیدہ ہے اور یہ مسئلہ فطرت کا مسئلہ ہے** جو کسی حالت میں اس سے الگ نہیں ہو سکتا۔

جب وہ قومیں جو خدا کی منکر ہیں نجات کے لیئے کوشش کرتی ہیں **تو خدا کے ماننے والی قوم کی ذمہ واری کسقدر ہے؟**

پھر اس زمانہ میں ہندوؤں میں ایک فرقہ دیو سماجی ہے جو خدا کے منکر ہیں مگر اسبات کے قائل ہیں کہ **انسانی روح** بڑے مراتب حاصل کر لیتی ہے۔

پھر سب سے عجیب تر بات یہ ہے کہ

یورپ کے دہریے بھی نجات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں

اس میں شک نہیں کہ نجات کی تعریف میں اختلاف ہے مگر سب مانتے ہیں کہ **نجات حاصل کرنی چاہیئے**

پرانے زمانہ میں ایک لطیف واقعہ ہوا ہے جو انسانی طبیعت پر عجیب اثر ڈالتا ہے اور وہ بدھ کا واقعہ ہے۔ بدھ کے معنے ہیں جو جانتا ہو یا **عارف**۔ باقی آئندہ

ہر ماہ کی ۲۰ تاریخ کا خیال رکھیں

میں نے ہدایات متعلق چندہ میں بڑے زور سے شائع کیا تھا کہ ہر ایک جماعت کے سیکرٹری صاحبان ہر ماہ کی ۲۰ تاریخ تک جسقدر بھی چندہ ان کے پاس جمع ہو وہ میرے دفتر میں پہنچا دیا کریں لیکن بعض بڑی بڑی جماعتوں کے عہدہ داروں نے بھی اسطرف توجہ نہیں کی اور میں اس ہفتہ میں ہر ایک ایسی جماعتوں سے جنکا چندہ میرے دفتر میں ۲۰ فروری سنہ ۲۳ء تک نہیں آیا جوابات لے رہا ہوں اسلیئے اعلان کرتا ہوں کہ ۲۰ فروری تک رقم نہ ارسال کرنیکی وجوہات ارقام فرماویں کہ اسوجہ سے چندہ ارسال نہیں کیا گیا اور آئندہ ہر ماہ کی ۲۰ تک ہر ایک قسم کا چندہ اس دفتر میں پہنچ جایا کرے میں امید کرتا ہوں کہ عہدہ داران کو یاد دہانی کی ضرورت نہ آنے دینگے۔

افراد کی خدمت میں علیحدہ خطوط کے ذریعہ اور اخبارات کے ذریعہ عرض کیا جا رہا ہے کہ وہ کسی نہ کسی جماعت میں شامل ہو کر اپنا چندہ بجائے علیحدہ ارسال کرنے کے جماعت کے ساتھ بھیجا کریں۔ اپنی جگہ پر یا کسی قریب یا اپنے وطن کی جماعت میں شامل ہوں اور مجھے اطلاع دیں۔ جن احباب کو خط ملے ہوں

احمدی خواتین کی شاندار مالی قربانیاں برلن مسجد کیلئے

برلن مسجد کے منارے زبان حال احمدی خواتین کے مذہبی جوش کا اعلان کریں گے

آمین

جب سے یہ تحریک عام ہوئی ہے کہ برلن کی مسجد صرف احمدی خواتین کے چندہ سے بنائی جائیگی احمدی خواتین کے مالی ایثار و قربانی کے سمندر میں ایک تلاطم برپا ہو رہا ہے جس خلوص اور جوش کے ساتھ احمدی خواتین اپنے **زیور و نقد** کو اس مسجد کی تعمیر کے لیئے **نثار** کر رہی ہیں اسکی **مثال** ان گزشتہ تیرہ سو سال کے اندر نہیں ملیگی اعلاء **کلمۃ الحق** کے لئے احمدی خواتین کی یہ بے نظیر **مثال سنہرے حروف کے ساتھ سلسلہ کی تاریخ میں لکھی جائے گی**۔

اسوقت موقع نہیں کہ میں نام بنام تمام بی بیوں کے اخلاص و عقیدہ کا ذکر کروں یہ **اعلان برلن مسجد کے مناروں** سے دنیا کے آخر ہونے تک ہوتا رہیگا اور خدا کے فرشتے ان نیکدل خواتین پر **سلام** بھیجتے رہینگے۔ جو اسوقت اسلام کی حمایت اور نصرۃ کیلئے اپنے سونے چاندی کے **زیورات** کو جو آخر ایک نہ ایکدن اُنسے ضرور علیحدہ ہو جانے خوشی خوشی الگ کر رہی ہیں۔ **ایثار** کے ان نمونوں کو ناظر صاحب **بیت المال** کے دفتر میں دیکھنا قلب پر ایک عجیب اثر پیدا کرتا ہے جبکہ وہ مختلف جہات سے آئے ہوئے بیمہ کے پارسلوں کو کھولتے ہیں ایک ایک پارسل ایک ایک زیور۔

ان نیکدل خواتین کی قربانی کی ایک مجسم داستان ہوتا ہے۔ پھر ناظر صاحب جب حضرت **خلیفۃ المسیح** کے حضور رپورٹ پیش کرتے ہیں تو ان نیکدل بی بیوں کے لیئے خدا کا پیارا خدا کے حضور دعا کے لیئے ہاتھ اُٹھاتا ہے تو اس لذت اور جوش کو دوسرا محسوس بھی نہیں کر سکتا اسکے مُنہ سے نکلے ہوئے الفاظ کو فرشتے قبولیت کے ہاتھوں سے

رب العرش کے حضور لے جاتے ہیں

وہ وقت ان بی بیوں کی خوش قسمتی پر عجیب رشک کا وقت ہوتا ہے کاش وہ الفاظ میرے پاس ہوتے کہ میں اس خوش قسمتی کے لئے ان خواتین کو مبارکباد دے سکتا۔ کاش! کوئی مصورہ ہوتی کہ میں اس مرقع کو کھینچ سکتا۔ یہ بیبیاں ان سنہری روپہلی تحریروں سے جو انکو اس سے پیشتر نہایت محبوب اور پیاری تھیں خدا کی راہ میں قربان کر کے حقیقت میں ان زیورات کو حاصل کر رہی ہیں۔

جنکی قدر و قیمت دنیا کا کوئی جوہری نہیں بتا سکتا۔

حضرت **خلیفۃ المسیح کی دعائیں** اور خدا کے فرشتوں کا اُسپر **آمین** کہنا چھوٹی سی بات نہیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ میں ان خوش قسمت بہنوں کو بار بار **مبارک** باد دوں۔

اسوقت تک مختلف مقامات میں یہ تحریک زور شور سے جاری ہے

انفرادی طور پر بعض خواتین نے کامل قربانی کا نمونہ دکھایا ہے جن میں سے میں بعض کا تذکرہ کرتا اسلیئے ضروری سمجھتا ہوں کہ اس تحریک میں مسابقت بالخیرات کی تحریک ہو۔

مکرمی جرنل اوصاف علیخان صاحب کمانڈر ان چیف نابھہ کی بیگم صاحبہ نے (جو میرے مکرم دوست عنایت اللہ خان صاحب نواب زادہ علیخان صاحب کی دختر ہیں) دو سو سے زائد روپیہ کا زیور بھیجا ہے اور کچھ اور روپیہ بھی بھیجنے کا وعدہ کیا ہے اور مجھے اس تحریر کے وقت تک یقین ہے کہ وہ دو سو کے قریب اور بھیج چکی ہیں اگرچہ جنرل صاحب سلسلہ میں نئے ہیں مگر نیت تو اعتقاد علیخان صاحب کے گھر والوں نے اس جوش اور اخلاص کو ورثہ میں لیا ہے۔

سلسلہ کے ایک نہایت قدیم مخلص سردار لفٹنٹ بہادر محمد ایوب خان صاحب پنشنر مراد آبادی کی اہلیہ نے ایکسو اسی روپیہ بھیجے ہیں۔ ڈاکٹر سید محمد اسمٰعیل صاحب کی بیگم صاحبہ نے تین سو دیا ہے۔ الحکم کے ناظرین جانتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب حضرت نانا جان صاحب کے فرزند اکبر ہیں۔

نوشہرہ سے بابو نصر اللہ صاحب اور میاں کمال الدین صاحب کی بی بیوں نے ایکسو اسی روپیہ بھیجے ہیں۔ ایسا ہی سلسلہ کے قدیم مخلص اور احباب سیالکوٹ کی پرانی یادگار چوہدری محمد حسین صاحب کی بیوی اور بیٹیوں نے دو ہزار کے قریب زیور بھیجا ڈاکٹر محمد عظیم اللہ صاحب کی بی بی لطیفن نے پانسو روپیہ کے روپیہ کے زیورات بھیجے ہیں یہ بی بی اپنی اخلاص میں فی الحقیقت لطیفن ہی ہیں مسجد لنڈن میں بھی اسنے چندہ دیا تھا۔ دینی کاموں کے لیئے انکو خاص جوش دیا گیا ہے۔

میرے مکرم و معظم بھائی خان بہادر محمد علیخان صاحب جو سرحد پولیٹیکل افسر ہیں اور سلسلہ کے عشق میں ایک فدائی کی حیثیت رکھتے ہیں ان کے ایمان اور جوش ایثار کا اثر انکی نیکدل بیگم پر بھی پڑا ہوا ہے جو اس اخلاص میں شوہر سے ہرگز کم نہیں بلکہ میرے لیئے مشکل ہے کہ تمیز کر سکوں کہ دونوں میں کون بڑھا ہوا ہے۔ ستی ڈیڑھ ہزار روپیہ بھیجا ہے

چھوٹی چھوٹی رقوم بہت سی ہیں وہ خدا کے حضور چھوٹی نہیں بلکہ بہت بڑی ہیں اسلیئے کہ دینے والیوں کے **اخلاص و عقیدت کی نذر** ہے اور بعض صورتوں میں

انکی ساری پونجی تھی ہے

مجھے یقین ہے کہ حضرت **خلیفۃ المسیح** جب ان چندوں پر کچھ توجہ فرمائیں گے تو ان بی بیوں کے **ایمان اخلاص** میں ترقی ہوگی۔

اب میں

کسی قدر ذکر **لاہور** اور **سیالکوٹ** کی جماعتوں کے چندہ کا کرنا مناسب نہیں سمجھتا **لاہور** کی مستورات کا چندہ سلسلہ کے سرگرم **کارکن** مکرم قریشی صاحب نے **اٹھارہ سو** کے قریب بھیجا ہے۔ اللہ کی راہ میں جو دیا جاوے وہ ہر طرح قابل قدر اور لائق **شکر** ہے اور خدا کے حضور کم و بیش اصطلاحیں نہیں ہیں لیکن **سابق بالخیرات** ہونے کی تحریص خدا کی کتاب بھی دلاتی ہے۔ اسلیئے اگر میں کسی جماعت کے چندہ کا ذکر کرتا ہوں تو اس سے میری غرض محض یہ مقصد ہے کہ انہیں توجہ دلاؤں

یا اخبار کے ذریعہ اطلاع ہوگی ہو انکو چاہیئے کہ اس دفتر کو اطلاع کریں کہ وہ کس جماعت میں شامل ہوئے ہیں۔ ہر ایک جماعت کا عہدہ دار جو روپیہ ارسال کرتا ہے اُسے چاہیئے کہ کوپن پر بوقت ارسال ہر جماعت کا نام

تبلیغ ہدایت پر سرسری نظر

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی تازہ ترین تصنیف تبلیغ ہدایت بغرض ریویو آئی ہے جو میرے مکرم بھائی مولوی فخر الدین ملتانی مالک کتاب گھر قادیان نے گزشتہ جلسہ پر شائع کی ہے۔

الحکم کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ میں عام طور پر کتابوں یا دوسری چیزوں پر ریویو نہیں لکھا کرتا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ریویو کی غرض نہایت لوگوں نے یہ سمجھ رکھی ہے کہ چند تعریفی جملے لکھ دیئے جایا کریں۔ اور اس طرح بہترین اشتہار ایڈیٹر کے قلم سے نہایت آسانی کے ساتھ حاصل کر لیا جاوے۔ حالانکہ حقیقت ریویو اس سے بالکل الگ ہے

ریویو نگاری ایک مستقل فن ہے اور یہ آسان کام نہیں اسلیئے میں نے ہمیشہ سے اپنا طریق یہ رکھا ہے کہ بہت ہی کم ریویو کرتا ہوں۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے جب نور الدین کتاب لکھی تو خصوصیت کے ساتھ مجھے کہا کہ کتاب نور الدین پر ریویو لکھو۔ اور میں نے الحکم کے چند نمبروں میں اس تصنیف لطیف پر اپنے خیالات کا اظہار بطور ایک ریویو نگار کیا۔ اور وہ حضرت خلیفۃ المسیح کی دعا کا ذریعہ ہوا۔

اب

ایک طرف میرے مکرم دوست کتاب گھر قادیان کا تقاضا ہے کہ میں اس کتاب پر ریویو لکھوں دوسری طرف میں اپنی علمی کم بضاعتی اور عدیم الفرصتی کو دیکھتا ہوں تو اس کتاب پر کچھ لکھنے کا حوصلہ نہیں پڑتا۔ اسلیئے میں اس کتاب پر کسی وقت مبسوط نظر کروں گا۔ انشاء اللہ العزیز۔ اور

اس میں صرف دو باتوں پر نظر کروں گا

اول اس زمانہ میں کس قسم کے لٹریچر کی ضرورت ہے اور ہمارے لٹریچر کی کیا حالت ہے

دوم۔ تبلیغ ہدایت کی خصوصیت اور اس مضمون کی دوسری کتابوں پر اسکو کیا امتیاز حاصل ہے؟ یہ دونوں پہلو بجائے خود ایک مستقل اور تفصیلی بحث چاہتے ہیں اور کتاب گھر چاہتا ہے کہ میں پہلی فرصت میں اس تفصیل کا خلاصہ کر کے

صداقت کا خوان کر دوں

میں اس کتاب پر سرسری نظر جو کرنا چاہتا ہوں اور جن دو امور پر میں بحث کروں گا وہ اسکے مقتضی ہیں کہ ناظرین الحکم اس کتاب کو پہلے سے پڑھ لیں تب انہیں آسانی ہو گی کہ وہ میرے مضمون سے لطف اٹھا سکیں۔

تبلیغ ہدایت ہمارے نقطہ نگاہ سے تو لکھی ہی نہیں گئی۔ عالی ہمت مصنف نشر ہدایت کے لیئے ایک فطرتی جوش اور درد دل رکھتا ہے اسکی رگوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غیرت اور حمیت دینی خون کے ساتھ حرکت کرتی ہے وہ آرزو مند ہے کہ۔ دنیا ہدایت کے چشمہ کی طرف آ جائے

اور اسکا مقصد وحید کوئے کہ آپ نے اس کتاب کو لکھا ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ کے محض فضل اور رحم سے آپ کو علوم عربیہ اور انگریزی میں بھی کمال حاصل ہے اور گزشتہ چند سال سے آپ خصوصیت سے تفقہ فی الدین کر رہے ہیں ان حالات میں اس کتاب کے تصنیف کرنے میں زمانہ کی ضرورت پر آپ نے کافی غور کیا ہے اور یہ کتاب آپ نے تعلیم یافتہ طبقہ کیلئے معقولیت اور متانت کے ساتھ ایسے اسلوب پر لکھی ہے کہ سلیم الفطرۃ انسان اسکو دلچسپی سے پڑھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ میں ہمارا آقا یا سیرۃ خاتم النبیین لکھ کر تعلیم یافتہ طبقہ کو مذہبی لٹریچر کی طرف متوجہ کرنے میں پورے کامیاب ہو چکے ہیں اور وہ کتاب مقبول ہو چکی ہے اسلیئے اللہ کے فضل پر بھروسہ ہے کہ تبلیغ ہدایت بھی بہترین نتائج پیدا کرے گی۔

تبلیغ ہدایت ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے پس تبلیغ ہدایت ہماری رہنمائی کرے گی کہ کس طرح ہم سلسلہ کو دنیا کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ تبلیغ ہدایت بجائے خود ایک مبلغ اور مبلغ کا ہدایت نامہ ہے اسلیئے ہم اگر تبلیغ کا کوئی ذریعہ یا موقعہ نہیں رکھتے تو تبلیغ ہدایت کی اشاعت کے ذریعہ اس فرض سے سبکدوش ہو سکتے ہیں اور اس ذریعہ ہر خواندہ ناخواندہ احمدی اپنے فرض سے ایک حد تک عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔

اس شخص کی خوش قسمتی میں کیا کلام ہو سکتا ہے جو چند پیسوں کے خرچ سے خدا تعالیٰ کے حضور اس فرض کے ادا کرنے کی عزت حاصل کرے جو تبلیغ و اشاعت سلسلہ کا اسپر ہے۔ کتاب کے متعلق میں اپنے خیالات کا اظہار جیسا کہ اوپر لکھ آیا ہوں تفصیل نما اجمال سے کسی دوسرے وقت کروں گا سردست میں اس امر کے کہنے میں مضائقہ اور تامل نہیں کرتا کہ یہ پہلی کتاب ہے جو تبلیغ سلسلہ کے لیئے زمانہ موجودہ کے مذاق پر لکھی گئی ہے

ہمارے یہاں مباحثہ کی کتابیں تو کثرت سے مل سکیں گی لیکن سلسلہ کو دوسرے علاوں اشتراک فروش کرنے کیلئے کوئی کتاب میری نظر سے ہنوز نہیں گزری۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد لکھی گئی ہو۔ لیکن ہماری کم ہمتی کی بھی کوئی حد ہے کہ ایسی مفید کتاب کی اشاعت چند سو کے اندر محدود ہو۔ اور وہ بھی جماعت ہی کی میں۔

بیشک یہ کتاب جماعت کے بھی فائدہ کے لیئے لکھی ہے کہ وہ اس سے اس علم کلام کو سیکھیں جسکے ذریعہ ہم سلسلہ کو دوسروں کے سامنے پیش کر کے انہیں منقولی اور اخلاقی طور پر منوا سکتے ہیں۔ لیکن اصل غرض اس کتاب کی تالیف اور اشاعت سے یہ ہے کہ

ہم اس مخلوق کو سلسلہ سے واقف کریں جو تعلیم یافتہ طبقہ میں ہو کر بھی اس سے ناواقف ہے

خدا تعالیٰ تو مصنف کو ضرور اپنے فضل سے نوازے گا اور اسکی محنت اپنا نتیجہ پیدا کرے گی مگر ہم خدا کے حضور جوابدہ ہوں گے۔ اگر

اس کتاب کی اشاعت میں ہمنے کمی کی

میرے خیال میں کم از کم کئی ہزار جلد اس کتاب کی تمام تعلیم یافتہ اسلامی ہند میں تقسیم ہوتی چاہیئں۔ اور یہ غریب پبلشر کا اتنا بڑا حوصلہ نہیں کہ وہ مفت تقسیم کر سکے۔ یہ کام تو صیغہ تالیف و اشاعت کا جو سلسلہ کے اشاعتی بورڈ کا نام ہے یہ زمانہ تبلیغ و اشاعت کا ہے۔ گورنمنٹ باوجود اپنے اقتدار و اثر کے پبلسٹی بورڈ ہر صوبہ میں قائم کرنے پر مجبور ہے۔ کانگرس اور خلافت کمیٹیاں اپنے مقاصد کے پراپیگنڈا کے لیئے بیدریغ روپیہ خرچ کر رہی ہیں اور یہ خرچ ضائع نہیں ہوتا اسی طرح یہ

پر امن تبلیغ کا یہ بہترین ذریعہ ہے

اگر کم از کم پانچ ہزار کا ایک اڈیشن اس کتاب کا مفت اشاعت کے لیئے چھاپا جائے تو میرا خیال ہے کہ تین ہزار روپیہ میں وہ طیار ہو سکتا ہے۔ اور یہ کوئی بڑی بات نہیں کہ اتنی بڑی جماعت

تین ہزار روپیہ نہ دے سکے

اسوقت کم و بیش تین سو کے قریب انجمنیں سلسلہ کی ہیں اگر اوسطاً وہ دس روپیہ بھی دیں تو ایک دن میں تین ہزار کی رقم جمع ہو سکتی ہے اور پھر اس کتاب کا وہ اڈیشن مفت اشاعت کے لیئے چھاپکر تقسیم کا انتظام ہو سکتا ہے کہ ہندوستان کے ہر صوبے کے تعلیم یافتہ مسلمانوں کے طبقہ میں یہ کتاب پھیلائی جا سکتی ہے۔

میں اس خصوص میں سلسلہ احمدیہ کے تعلیم یافتہ طبقہ سے خطاب کرتا ہوں وہ اپنے ہم جنسوں کے لیے اپنے ذمہ ایک خاص فرض رکھتے ہیں اور خدا کے فضل سے بہت بڑی جماعت تعلیم یافتہ نوجوانوں کی ہے خود مدرسہ تعلیم الاسلام کے فرزندوں کی ایک کثیر جماعت ہے۔

اگر صرف وہی اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیں اور تین ہزار جمع کر کے اس کتاب کو شائع کریں تو جیسے برلن کی مسجد مستورات کی خواہش ہماری ہی ہیں یہ کتاب مدرسہ تعلیم الاسلام کے فرزندوں کا ہدیہ ہو گا جو وہ تعلیم یافتہ طبقہ کو پیش کرینگے کیا مدرسہ تعلیم الاسلام کے فرزند اس آواز کو سنیں گے اور کیا مدرسہ کے ناظم کوشش کرینگے کہ وہ اس آواز کو ان تک پہنچا دیں؟

الحکم پہلے آواز کو شوق سے سننے کا آرزومند ہے گا میں نے لکھنے کا ارادہ تو کیا تھا کہ تبلیغ ہدایت پر سرسری نظر ڈالوں مگر اس کتاب کا دلچسپ طرز بیان اور اسکی استقدر کے ساتھ جامعیت نے میرے ولولہ اور امنگ اشاعت کو تیز کر دیا اور میں اس تحریک کے لکھنے پر مجبور ہو گیا۔ اسلیئے اصل مضمون پر کسی دوسری فرصت میں لکھوں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ مجھے اس تحریک کو جاری رکھنا چاہیئے کہ

پانچ ہزار شائع ہو جائے

یہ کتاب کتاب گھر قادیان سے بقیمت ہر فی جلد ملتی ہے احباب اسکو ضرور منگا کر پڑھیں اور دوستوں کو ہدیہ دیں۔

سیرۃ مسیح موعود علیہ السلام کا ایک ورق

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کی ایک شان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنے اور دنیا کے سید و مقتدا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو محبت اور عشق تھا اسکی نظیر اس زمانہ میں نہیں پائی جاتی چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم ✣ گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

آپ کے کلام کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کہیں نام اور ذکر آتا ہے اسوقت آپکی حالت بالکل اور ہو جاتی ہے۔ محبت و فدائیت کا ایک سمندر ہے جو موجیں مار رہا ہے عربی۔ فارسی اردو میں جو مدح آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کی ہے وہ ایک جدی شان اپنے اندر رکھتی ہے۔

میں اسوقت آپ کے نعتیہ کلام پر کچھ بحث نہیں کر رہا ہوں بلکہ میں آپ کے واقعات زندگی میں سے ایک واقعہ پیش کر کے دکھانا چاہتا ہوں کہ دنیا کی تمام محبوب ترین چیزوں میں آپ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود پیارا تھا۔ اور آپ کے لئے اسقدر غیرت اور جوش تھا کہ اسکے لئے سب کچھ قربان کر دینے کو ہمیشہ آمادہ رہتے تھے اور یہ محبت یہ عشق ایک معرفت کا رنگ رکھتا تھا۔ اسکا ثبوت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و احسان کو جس رنگ میں آپ نے ظاہر کیا تیرہ سو سال کے اندر

اس کی نظیر نہیں ملتی

جس واقعہ نے مجھے سیرت کے اس ورق کی اشاعت کی تحریک کی وہ آپ کی زندگی کے ان ایام کا واقعہ ہے جبکہ آپ نے کوئی دعویٰ کیا تھا نہ دنیا آپ سے واقف تھی بلکہ براہین احمدیہ بھی ابھی لکھی نہ گئی تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک چچا مرزا غلام حیدر مرحوم تھے۔ یہ وہی مرزا غلام حیدر مرحوم تھے جن کے مکان میں آجکل حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب رہتے ہیں۔ انکی اہلیہ بیبی صاحب جان تھیں۔ ایک مرتبہ ان کے منہ سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی بے ادبی کا کلمہ نکل گیا۔ باوجود اس رفق و نرمی کے جو آپ کی طبیعت میں تھی۔ اور باوجود اس احترام کے جو آپ بزرگوں کا رکھتے تھے۔ اس بات کا اثر آپکی طبیعت پر اسقدر ہوا اور اسقدر بیتابی آپ کے قلب میں پیدا ہوئی کہ اس کا رنگ آپ کے چہرہ مبارک سے نمایاں تھا۔ وہ غصہ سے تمتما رہا تھا۔ اس حالت میں آپ نے کھانا بھی چھوڑ دیا محض اسلئے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کیوں بے ادبی ہوئی۔ اسقدر رنج آپ کو ہوا کہ الفاظ اس کے اظہار کی قدرت نہیں رکھتے مخدومی خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب پنشنر جو اس روایت کے راوی ہیں بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحب کو بہت ہی غصہ تھا۔ اور انھوں نے اس واقعہ سے متاثر ہو کر ان کے یہاں کا کھانا پینا بھی چھوڑ دیا۔

یہ ایک ہی واقعہ آپ کی زندگی کا نہیں اس قسم کے متعدد واقعات آپ کی زندگی میں ملتے ہیں جنمیں غیرت اسلامی کی ایک خاص شان نظر آتی ہے۔

ایک دفعہ بمقام لاہور پنڈت لیکھرام آریہ مقتول نے آپکو اگر سلام کیا (یہ ۱۸۹۳ء کا واقعہ ہے) اور آپ نے انکی طرف آنکھ اٹھا کر ایک مرتبہ دیکھ کر پھر نہ دیکھا اور نہایت غصہ کا اظہار کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات پر تو حملے کرتا ہے اور مجکو سلام کرنے کے لئے آیا ہے۔ میں ایسے شخص کا سلام نہیں چاہتا۔

اسی سال جبکہ جنگ مقدس ہوا یعنی عیسائیوں سے بمقام امرتسر مباحثہ ہوا تو عیسائیوں نے چاء کی دعوت پر آپ کو اور آپ کے رفقاء کو بلانا چاہا۔ آپ نے محض اسی بنا پر انکار کر دیا کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بے ادبی کرتے ہیں

اور نعوذ باللہ آپ کو جھوٹا کہتے ہیں اور مجھے چاء کی دعوۃ دیتے ہیں۔ میں نہیں پسند کرتا۔ ہماری غیرت تقاضا ہی نہیں کرتی کہ ان کے ساتھ مل کر بیٹھیں سوائے اسکے کہ ہم ان کے غلط عقائد کی تردید کریں۔

پھر آریہ سماج لاہور کے جلسہ پر جب آپ نے اپنا مضمون سنانے کے لئے حضرت حکیم الامۃ خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معہ ایک جماعت کے بھیجا اور آریوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں دل آزار کلمات بولے تو آپ کو یہ سنکر بہت رنج ہوا کہ

کیوں جماعت کے لوگ وہاں بیٹھے رہے

باوجودیکہ حضرت خلیفۃ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپ بہت احترام فرماتے تھے اور آپ سے بہت محبت رکھتے تھے مگر اس فروگزاشت میں جو ہم سب سے ہوئی تھی آپ نے کسی کی بھی پروا نہیں کی۔ اور ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

حضرت خلیفۃ ثانی بھی اس وفد میں تھے اسوقت وہ وہاں آنا بھی چاہتے تھے مگر ایک دوست نے یہ کہکر کہ راستہ نہیں ہے (اور فی الواقعہ نہیں تھا) ان کو بھی اٹھنے نہ دیا۔ باوجودیکہ آپ کو بہت محبت کی نظر سے دیکھتے تھے مگر یہ غلطی انکی بھی قابل معافی نہ سمجھی گئی ان سے بھی جواب طلب کیا کہ کیوں تم اس مجلس سے نہ اٹھ آئے جہاں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہو رہی تھی۔ غرض اس شان کے ظہور کے متعدد واقعات آپ کی زندگی میں ملتے ہیں اور شرح و بسط کے ساتھ میں انکو آپ کی سیرۃ کے

شمائل و اخلاق

میں انشاء اللہ تعالیٰ لکھوں گا۔

کاش! وہ جو عداوت اور مخالفت کی نظروں سے آپ کو اور آپ کے سلسلہ کو دیکھتے ہیں ان واقعات پر غور کریں اور دیکھیں کہ کیا وہ شخص جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اسقدر فنا اور گمشدہ ہے! وہ انسان جو آپکے لئے اسقدر غیرت اور جوش رکھتا ہے کہ اپنے عزیزوں سے قطع تعلق کر لیتا ہے محض اس بنا پر کہ ان میں سے

کسی نے دانستہ یا نادانستہ سوء ادبی کی

وہ جو اپنے ایک اخص مخلص اور وفادار اور جاں نثار دوست اور خدا تعالیٰ کی بشارت کے ایک موعود بیٹے اور ایک گروہ پر محض اسلئے ناراض ہو جاتا ہے کہ کیوں انھوں نے اس مجلس کو نہیں چھوڑا جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف بے ادبی کے کلمات بولے گئے۔

وہ اسلام کی حقیقی روح ہے یا اسلام کا دشمن!

آہ! حق و صداقت کے دشمنوں نے ہمیشہ اپنے محسنوں کو دشمن سمجھا اور ان کی خوبیوں اور کمالات کو عداوت کی تاریکی میں معائنہ کیا۔

حضرت احمد علیہ الصلوۃ والسلام کے فدائیو! آپ کی سیرۃ کے اس ورق کو پڑھتے ہوئے اپنے اندر بھی غیرت اور رنگ پیدا کرو کہ یہی

راہ یار کو پانے کی ہے

کیونکہ خدا تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ کے محبوب بن جاؤ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو۔

سب جماعتیں زیور مسجد برلن فروخت کر کے رقم ارسال فرماویں

اس سے پیشتر حضرت خلیفۃ المسیح نے شائع فرمایا تھا کہ احباب مسجد برلن کا زیور مضبوط ڈبوں میں بند کر کے دفتر ناظر بیت المال قادیان کے نام ارسال کریں مگر اب حسب منشاء حضور یہ اطلاع سب جماعتوں کو دیجاتی ہے کہ

چندہ میں جو زیور آویں ان کے فروخت کی اجازت مقامی انجمنوں کو مندرجہ ذیل شرائط پر دی جاتی ہے۔

(۱) ہر ایک زیور جسکی طرف سے ملا ہے اسکے نام کے آگے وہ زیور اور اسکی جو قیمت آئی ہو وہ لکھ کر فہرست بنائی جاوے۔ (یعنی ہر زیور کی قیمت معلوم ہونی چاہیئے اکٹھا فروخت نہ ہو تا یہ معلوم کرنا کہ کس کی طرف سے کیا رقم ملی ہے)

(۲) زیور کے فروخت کا انتظام امیر جماعت یا پریزیڈنٹ بمعیت سیکرٹری یا محاسب اور دوسرے منتخب شدہ ممبروں کے کرے (یہ ممبر وہاں کی کمیٹی اس غرض واسطے چن لے) تاکہ کسیکو اعتراض نہ ہووے۔ کہ زیور سستا فروخت کر دیا گیا ہے۔ اور چاہیئے کہ یہ لوگ کاغذ پر دستخط کریں کہ ہمنے اسکی قیمت کا پورا اطمینان کر لیا ہے کہ ارزاں فروخت نہیں ہوا ہے۔

المعلن
عبد المغنی
ناظر بیت المال قادیان

فضیلت قرآن مجید

کسی کلام اور کتاب کے حسن اور خوبی کو معلوم کرنے کے لیئے اور اس امر کو دیکھنے کے لیئے کہ اس کتاب میں کس قسم کے علوم اور مضامین ہیں دو ذریعہ ہوتے ہیں جن سے انسان اس کتاب کی خوبی اور حسن کو معلوم کر سکتا ہے۔ ایک ذریعہ تو یہ ہے کہ انسان خود اس کتاب کا مطالعہ کرے اور اسکو گہری نظر سے دیکھ کر اسکے حسن یا قبح کا پتا لگائے اور دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ یہ دیکھے کہ وہ کلام اور کتاب کسکی طرف منسوب ہیں اگر اس کتاب کا مصنف ایک ایسا وجود ہو کہ جسکی لیاقت اور علمیت پردہ خفا سے نکل کر نمایاں طور پر ظاہر ہو گئی ہو اور اسکی قابلیت لوگوں میں مسلم ہو تو ایسے شخص کا کلام جب ہم سنیں گے اور یہ معلوم کریں گے کہ اس نے کوئی کتاب تصنیف کی ہے تو یہ سنتے ہی ہم کو اس کتاب کے متعلق یقین ہو جائے گا کہ اعلیٰ اور بلند پایہ کی وہ کتاب ہوگی۔

ان دو نو طریقوں سے جب ہم قرآن کریم کی طرف غور کرتے ہیں تو اسکی افضلیت اور اعلیٰ اور بےمثل ہونا نصف النہار کی طرح دکھائی دیتا ہے۔ سب سے پہلے میں دوسرے طریقہ کو لے کر قرآن شریف کی افضلیت بتاتا ہوں اور وہ یہ کہ قرآن شریف افضل اور اعلیٰ کتاب اسلیئے ہے کہ اسکا نازل کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اسلیئے ماننا پڑتا ہے کہ یہ کتاب ایک ایسی عظیم الشان کتاب ہے جسکی نظیر دنیا میں نہیں پائی جاتی۔

سوال۔ اسجگہ طبعاً ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمکو کیسطرح معلوم ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے پس جب تک اس کا ثبوت نہ ملجائے فقط یہ کہنے سے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو اتارا ہے اس لیئے یہ افضل ہے درست نہیں۔

جواب۔ اسکے متعلق یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی صفتوں میں سے ایک صفت اس کی **علیم** ہونا بھی ہے کہ اس جیسا علم کسی ایک کا بھی علم نہیں ہے۔ جسطرح وہ اپنی ذات میں واحد ہے اور اسکی ذات کی مانند دنیا میں کوئی اور ذات نہیں پائی جاتی اور جسطرح وہ اپنی صفات میں واحد ہے کہ اسکی صفات جیسی اور کسی میں صفات نہیں پائی جاتیں اور جس طرح وہ اپنے افعال میں واحد ہے اور کسی افعال میں جیسے افعال ہیں پائے جاتے اسی طرح اس کے علم کی طرح کسی کا علم نہیں ہے اور وہ اس صفت میں واحد ہے پس کسی ایسی کتاب کے لیئے جو **اللہ** کی طرف سے ہو ضروری ہے کہ اس میں علم الہیٰ جلوہ گر ہو اور اسمیں جس قسم کے علوم ہوں ویسے کسی اور کتاب میں نہ پائے جاتے ہوں پس ہم اس معیار کے ماتحت قرآن شریف کو دیکھتے ہیں اور معلوم کرتے ہیں کہ آیا قرآن شریف اس معیار پر اترتا ہے یا نہیں۔

قرآن شریف کا دعویٰ ہے قُل لَئِنِ اجتمعت الجن والانس علیٰ ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظہیرا۔ ترجمہ اے رسول تو ان کو کہدے کہ اگر جن و انس سب اکٹھے ہو جائیں اور اس کلام جیسی کوئی کتاب لے آئیں تو وہ اسکی مانند نہیں لا سکیں گے اگرچہ بعض ان کے بعض کے مددگار بھی ہو جائیں۔ پھر دوسری جگہ تحدی کی اور کہا کہ اس قرآن کی دس سورتوں کی مانند ہی بنا کر لے آؤ تو سمجھ لیا جائے گا کہ قرآن انسانی کلام ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں۔ پھر پہلے سیپارہ میں صرف ایک ہی سورۃ کے بنا لانے کے لیئے چیلنج دیا کہ چلو ایک ہی سورۃ اس جیسی بنا لاؤ۔ پس اگر یہ کلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتا بلکہ کسی انسان کا بنایا ہوا ہوتا تو ضروری تھا کہ لوگ اس جیسا کلام بنانے پر قادر ہو جاتے اور بنا کر پیش کر دیتے مگر باوجود تحدی کرنے کے اور غیرت دلانے کے پھر بھی کسی کا مقابلہ کے لیئے باہر نہ نکل سکنا یہ بین ثبوت اس امر کا کہ وہ اس جیسا کلام کے بنانیکے لیئے عاجز تھے اور ہرگز ہرگز اس جیسا کلام کے بنانے پر قدرت نہ پاتے تھے۔

پھر دوسری صفت اللہ تعالیٰ میں علم غیب ہے یعنی وہ امور اور واقعات جنکا ابھی ظہور نہیں ہوا اور آئیندہ ظاہر ہونے والے ہیں اور وہ ایسے ہیں کہ قبل وقوع نہ قیاس سے معلوم ہو سکتے ہیں نہ کوئی تجربہ انکو معلوم کر سکتا ہے ایسے امور کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا پس اگر کسی کلام میں ایسے امور کی انکے وقوع سے پہلے خبر دی ہوتی ہو اور وہ امور اپنے اپنے وقت پر اسی طرح ظاہر ہو جائیں جسطرح کہ ان کے متعلق خبر دی ہوئی ہوتی تو یہ اس بات کا بین ثبوت ہوگا کہ وہ کلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کیونکہ وہ کلام ایسی خبروں پر مشتمل ہے جنکو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی انسان نہیں جانتا۔ پس جب ہم اس معیار کے مطابق قرآن کریم کو دیکھتے ہیں تو ہم کو قرآن شریف کے منجانب اللہ ہونے پر ایک اور ایک دو کی طرح یقین ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں ایک نہیں دو نہیں بلکہ بیسیوں ایسی خبریں موجود ہیں جنکی اطلاع قرآن شریف میں قبل از وقت دی گئی تھی اور وہ اپنے وقت پر پوری ہوئیں اور ہو رہی ہیں اور بعض آئیندہ کے متعلق ہیں جو یقیناً یقیناً پوری ہونگی چنانچہ میں صرف طوالت مضمون کے خوف سے اسوقت دو تین پیشگوئیوں کا ذکر کرتا ہوں جن سے قرآن شریف کے منجانب اللہ ہونے پر روشنی پڑتی ہے۔

جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاماً للناس والشھر الحرام والھدی والقلائد ذلک لتعلموا ان اللہ یعلم۔ اس جگہ خانہ کعبہ کے وجود کو پیش کیا ہے کہ یہ گھر ہمیشہ کے لیئے لوگوں کے واسطے ٹھہرنے کی جگہ رہے گا اور وہ اسکا موجب ہوگا کہ لوگ ہمیشہ اسمیں ہر سال قربانیاں گزارنے کے لیئے آئیں گے اور وہاں ہمیشہ حج ہوتا رہے گا اور وہ لوگوں کا دینی مرکز بنجائے گا۔ دیکھو کس طرح اس خبر کی تصدیق آجتک جسکو تیرہ سو برس گزر گئے ہیں ہو رہی ہے اور ہر سال سینکڑوں اور ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں مکہ معظمہ میں لوگ حج کرنے کے لیئے جاتے ہیں۔ دنیا میں دیکھا گیا ہے کہ لوگ بڑی بڑی مضبوط اور بلند عمارتیں بناتے ہیں جو آسمانوں تک بلندی میں پہنچنے والی ہوتی ہیں اور بڑے مضبوط قلعے بناتے ہیں مگر ابھی بہت عرصہ نہیں گزرتا کہ وہ کھنڈرات بنجاتے ہیں اور ویران ہو جاتے ہیں مگر اس گھر کے متعلق تیرہ سو سال سے خبر دی گئی ہے اور یہ جگہ نہایت ہی محفوظ اور پرامن ہے جیسا کہ اسکے متعلق پیشگوئی تھی۔ پس یہ اس امر کی زبردست دلیل ہے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اگر انسانی ہوتا تو یہ پیشگوئی کبھی پوری نہ ہوتی ورنہ ہم کو کوئی ایسی جگہ بتلائی جاوے جسکے متعلق کسی انسان نے ایسی پرزور الفاظ سے پیشگوئی کی ہو اور اس نے اپنی عقل سے کی ہو اور وہ ویسے ہی پوری ہو جائے۔

پھر دوسری یہ ہے کہ فرعون جب سمندر میں غرق ہونے لگا تو قرآن میں یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو کہا کہ الیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک آیۃ ط کہ اے فرعون تیرے بدن کو ہم محفوظ رکھیں گے اور وہ ضائع نہیں ہوگا تاکہ آنیوالوں کے لیئے وہ ایک نشان ہو۔ سو یہ عظیم الشان خبر جو قرآن میں فرعون کے متعلق بیان کی گئی ہے جسمیں یہ واضح کیا گیا ہے کہ فرعون کا جسم ہمیشہ کے لیئے محفوظ رہے گا اور وہ ضائع نہ ہوگا پس یہ جو آئیندہ کے متعلق فرعون کے جسم کی محفوظ رہنے کے بارہ میں قرآن نے خبر دی اگر یہ کلام اللہ تعالیٰ جو عالم الغیب ہے اسکی طرف سے نہ تھا تو ہم پوچھیں گے کہ پھر یہ جو عظیم الشان خبر جو آئیندہ کے متعلق دی گئی ہے کسی انسان کی طاقت تھی کہ اس کو بیان کرے۔ سو آج ہم دیکھتے ہیں کہ مصر میں اس فرعون کی لاش پڑی ہوئی ہے اور کئی دواؤں سے اسکے جسم کو محفوظ رکھا ہوا ہے چنانچہ کئی آدمی اسکے دیکھنے کے لیئے دور دور سے سفر کر کے آتے ہیں حالانکہ اس فرعون سے پہلے کئی فرعون آئے اور بعد میں بھی کئی فرعون ہوئے لیکن اگر کسی کے جسم کو محفوظ رکھا گیا تو صرف اسکے جسم کو جس کے متعلق پیشگوئی کی گئی تھی۔

اسجگہ ایک طبعاً سوال پیدا ہوتا ہے۔ سو اسجگہ مذکورہ بالا بیان سے اگرچہ ثابت ہوتا ہے تو صرف یہی کہ قرآن شریف اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے مگر علاوہ اسکے اور بھی تو اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتابیں ہیں جنکو خود مسلمان مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بھی نازل ہوئی ہیں۔ پھر قرآن کا سب سے افضل ہونا کسطرح ثابت ہو سکتا ہے۔

اما الجواب۔ سو اسکے متعلق یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ پہلی کتب یعنی توریت و انجیل وغیرہ کو اللہ تعالیٰ نے ہی نازل کیا ہے مگر وہ ہدایات مختص الزمان و مختص القوم تھی اسلیئے انکے اندر ہدایات بھی انھیں اقوام کے حالات کو مدنظر رکھ کر بیان کی گئی تھیں مثلاً توریت جو موسیٰ علیہ السلام کو شریعت کی کتاب دیگئی تھی تو یہ چونکہ صرف ایک ہی قوم یعنی بنی اسرائیل کے لیئے تھی اسلیئے اسوقت جو بنی اسرائیل میں نقائص تھے انکی اصلاح اسمیں بتلائی گئی تھی چنانچہ اسمیں سختی کی تعلیم کا بہت بڑا زور تھا اور انتقام کا حکم تھا اور عفو کی تعلیم نہ تھی کیونکہ بنی اسرائیل بوجہ عرصہ دراز سے فرعون کے مظالم اور انکی غلامی کے نیچے آکر دلیری اور جرأت کو بالکل کھو بیٹھے تھے اور بزدلی نے انکی جگہ لے لی ہوئی تھی۔ پس اسحالت کو مدنظر رکھ کر ضروری تھا کہ اس زمانہ میں انتقام کی تعلیم دی جاتی تاکہ یہ نقص انسے دور ہو جائے

اور حضرت مسیح علیہ السلام جب آئے تو انھوں نے بنی اسرائیل کی حالت کو جب دیکھا کہ ان میں اندرونی رحم بہت کم ہو گیا اور بے مروتی اور سنگدلی اور قساوت قلبی حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے اور مظالم اور تعدی اور تشدد میں یہ بہت بڑھے ہوئے ہیں تو انھوں نے نرمی اور عفو کی تعلیم کا ان کو حکم دیا اور انسانی فطرۃ اس شاخ کو جو ان سے کالعدم ہو گئی تھی پھر زندہ کیا پس یہ تعلیمیں اپنے اپنے وقت اور خاص خاص قوموں کے لئے تھیں سوائے اسکے جب انکا زمانہ اور وقت کو جس زمانہ تک اللہ تعالیٰ کو ان سے کام لینا منظور تھا لیا تو ان کے بعد ان میں انسانی تصرف سے بہت کام لیا گیا اور تحریف اور تبدیلی کا پل باندھ دیا گیا اور بہت سی باتوں کو اپنی طرف سے ملا کر پیش کیا گیا جیسا کہ انکی کتب کو پڑھنے سے صریحاً معلوم ہوتا ہے پس اگر اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ کیلئے اور ہر زمانہ کے واسطے اپنی کتب کے ذریعہ لوگوں کی اصلاح منظور ہوتی تو وہ لوگوں کی دست برد سے ان کو محفوظ رکھتا مگر بخلاف اسکے قرآن شریف تمام دنیا کے لئے تھا اور ہر ایک قوم کی اصلاح کے لئے نازل ہوا تھا اسلئے اسمیں کامل ہدایت موجود تھی اور ہر فطرتی قوتی کو اپنے اپنے موقعہ پر استعمال کرنے کی تاکید کی گئی تھی سو چونکہ یہ تمام عالم کے لئے تعلیم تھی اور تمام عالم کے لئے تعلیم ہونے کے باعث کامل ہدایت اور اصلاح اسمیں موجود تھی اسلئے یہ دعویٰ بھی قرآن نے کیا کہ **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی** اور اس وجہ سے یہ تعلیم مختص الزمان بھی نہ تھی کیونکہ یہ کامل روشنی اپنے ساتھ لیکر آئی چنانچہ اسی وجہ سے یہ دعویٰ اس نے کیا کہ **انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون**۔ کہ ہم نے ہی اس قرآن کو اتارا ہے اور ہم ہی اسکی حفاظت کرینگے۔ اور یہ وعدہ اور کسی کتاب کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نہیں کیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن شریف کو اترے ہوئے تیرہ سو سال گزر گئے ہیں اسکا ایک نقطہ بلکہ ایک حرکت بھی اسکی نہیں بدلی بلکہ آج یہ بعینہ اسی شکل میں موجود ہے جس میں کہ تیرہ سو سال پہلے سے تھا۔ ہزاروں لاکھوں انسانوں کے سینوں میں یہ موجود ہے اور لاکھوں کی تعداد میں نسخوں کی صورت میں موجود ہے۔ الغرض چونکہ پہلی تعلیمیں قیود زمان اور مکان سے مقید ہیں اسلئے نہ تو ان کی تعلیم کامل تھی اور نہ ہی انکی حفاظت ہمیشہ کے لئے کی گئی اور نہ ہی انھوں نے یہ دعویٰ کیا۔ بخلاف قرآن شریف کے کہ اسکی تعلیم قیود زمانی ومکانی سے چونکہ مقید نہ تھی بلکہ ہر زمانہ اور ہر قوم کے لئے تھی اسلئے اسکی تعلیم بھی کامل تھی اور اسکی حفاظت بھی کی گئی۔

کسی کتاب کے افضل

اور اعلیٰ ہونے کو معلوم کرنے کا دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ انسان خود مطالعہ کرے اور وہ غور کی نظر سے اسکو دیکھ کر معلوم کرے۔ پس قرآن کو جب ہم ایک عمیق نظر سے دیکھتے ہیں کہ اسمیں کئی ایسی خوبیاں نظر آتی ہیں جو دوسری کتب میں بالکل نہیں پائی جاتی چنانچہ میں انکا اختصاراً تین خوبیوں کا ذکر کرتا ہوں جس سے ہر ایک شخص کو بشرطیکہ وہ ضد اور تعصب سے کام نہ لے واضح ہو جائے گا کہ یہ کتاب بے مثل اور بے نظیر ہے۔

پہلی خوبی قرآن کریم میں یہ ہے کہ انسان جو دنیا میں بہت سی مختلف قوتوں کے ساتھ بھیجا گیا اسکا کمال یہ ہے کہ ہر ایک قوت کو اپنے اپنے وقت پر استعمال کرنے کا حکم دیتا ہے۔ غضب کے مقام پر غضب کے استعمال کرنے کا حکم دیا ہے اور رحم اور حلم کے مقام پر رحم اور حلم کرنے کا حکم دیا ہے۔ الغرض ایک کمال اس کتاب کا یہ ہے کہ انسانی فطرت کا درخت جسکو خدا نے کئی شاخوں پر جو اسکی مختلف قوتیں ہیں منقسم کیا ہے۔ ان تمام شاخوں کو سرسبز اور شاداب کرنیکی تعلیم دی ہے مگر دیگر کتب سماویہ میں اس پہلو کو قطعاً نظر انداز کر دیا گیا ہے اور کوئی افراط کی طرف نکل گیا ہے اور کوئی تفریط کی طرف جیسا کہ میں کسی قدر پہلے بھی لکھ آیا ہوں کہ توریت میں انتقام پر بہت زور دیا گیا ہے اور انجیل میں عفو اور رحم پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اگر ایک افراط کی طرف چلے گئے ہیں تو دوسرا فریق تفریط کی طرف نکل گیا ہے مگر قرآن مجید نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس نے غضب کی جگہ غضب اور رحم کی جگہ پر رحم کے استعمال کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ فرمایا **جزاء سیئة سیئة بمثلها فمن عفی واصلح فاجره علی الله** یعنی بدی کی پاداش میں اصول انصاف تو یہی ہے کہ بدکن آدمی کو اسی قدر سزا دی جائے جتنی سزا کا وہ مستحق ہے مگر جو شخص عفو کرکے کوئی اصلاح کا کام بجا لائے جسکا نتیجہ کوئی خراب نہ ہو یعنی جو عفو کرے مگر محض عفو ہی کو مدنظر نہ رکھے بلکہ خوب اچھی طرح دیکھ لے کہ کیا اسوقت عفو سے اصلاح ہو سکتی ہے یا انتقام سے اسکی اصلاح ہو سکتی ہے پس اگر دیکھے کہ فلاں شخص سے عفو کرنا ہی اسکی اصلاح کا باعث ہے تو وہاں عفو کرے۔

دوسری خوبی قرآن کریم میں یہ ہے کہ اسمیں حقوق العباد کو نہایت ہی احسن اور عمدہ پیرایہ میں ادا کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی اور محبت اور اخوۃ کی وہ تعلیم دی ہے جو کسی کتاب میں نہیں پائی جاتی چنانچہ میں اب اسمیں سے صرف نمونۃً صرف ایک آیت لکھ کر بتلاتا ہوں کہ کسطرح اسکو خوبی کے ساتھ بتلایا ہے قرآن شریف میں آتا ہے کہ **ان الله یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینهی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون**

اس چھوٹی سی آیت میں تین باتوں کا حکم دیا ہے اور تین باتوں سے ہی منع کیا ہے۔ چنانچہ حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ تم کو عدل کا حکم دیتا ہے [illegible] تمہارے [illegible] کسی [illegible] اور [illegible] تم اپنے نفس [illegible] کسی قسم کی تعدی کرے اسی طرح تم بھی غیروں سے وہی معاملہ کرو جو تم اپنے لیے چاہتے ہو۔ دوسرا حکم اس سے بڑھ کر احسان کا دیا کہ اپنی طرف سے زائد طور پر بھی دیدیا کرو۔ پہلا حکم تو جو تھا اگر اسپر لوگ کاربند ہو جائیں تو دنیا سے فسادات اور تنازعات کا سلسلہ منقطع ہو جائے اور دنیا میں امن پیدا ہو جائے مگر محض فسادات کا نہ ہونا اور امن کا پیدا ہو جانا ہی کوئی کمال اور خوبی نہیں تھی اسلئے دوسرا حکم احسان کا دیا کہ محض لڑائی اور جھگڑوں کا دروازہ ہی مسدود نہ ہو بلکہ اسکے ساتھ آپس میں محبت اور ہمدردی کا اور اخوۃ پیدا ہو جائے سو اسکے پیدا کرنے کے لئے دوسرے درجہ پر احسان کا حکم دیا۔ مگر بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ ایک انسان کسی پر احسان کرتا ہے اور اپنی طرف سے دوسرے کو بغیر اسکے کہ کسی کے حق کے دیتا ہے مگر اسکی اسوقت یہ نیت ہوتی ہے کہ میں کسی دوسرے وقت ان سے فائدہ اٹھاؤں تو تیسرا حکم **وایتاء ذی القربی** کا دیا کہ تمھارا بنی نوع انسان کے ساتھ کسی قسم کا سلوک کرنا اور احسان کرنا تمھاری کسی نفسانیت اور خود غرضی کے ماتحت نہ ہو بلکہ اسی طرح غیروں سے سلوک کرو جسطرح کہ ماں اپنے بچہ اور باپ اپنے بیٹے سے کرتے ہیں یعنی تمھارا سلوک ایک طبعی جوش اور طبعی محبت کے باعث ہو جسطرح کہ ماں کی محبت اپنے بیٹے سے کسی نفسانیت کو لئے ہوئے نہیں ہوتی بلکہ خالصتہً یعنی محبت کا نتیجہ ہوتی ہے اسی طرح تمام بنی نوع انسان کے ساتھ تمھارا سلوک چاہیئے۔ پھر تین چیزوں سے منع کیا فحشاء سے منع کیا یعنی ان برائیوں سے جنکا علم دوسروں کو نہیں ہوتا بلکہ بدی کرنے والے تک ہی محدود رہتا ہے اور نہ ہی اسکا اثر دوسروں تک پہنچتا ہے اور پھر منکر سے منع کیا یعنی ان برائیوں سے کہ جنکا اثر تو دوسروں تک نہیں ہوتا مگر دوسرے لوگوں کو بھی اسکا علم ہو جاتا ہے اور وہ اسکو برا کہتے ہیں اور تیسرے ان بدیوں سے منع کیا جنکا اثر اس کرنے والے کی ذات تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ اس سے تجاوز کرکے دوسروں تک بھی پہنچ جاتا ہے۔

کس قدر چھوٹے سے فقرہ میں ایسی جامع تعلیم دی ہے کہ جسکی نظیر کسی کتاب میں نہیں مل سکتی بلکہ اگر وہ سب ملکر بھی ایسی قسم کی تعلیم بنانیکی کوشش کریں تو ہرگز ہرگز اسپر قدرت نہیں پا سکتے۔

تیسری خوبی قرآن کریم میں یہ ہے کہ اسمیں کامل طور پر عرفان الٰہی کے حصول کا طریقہ بتلایا گیا ہے کیونکہ اس کتاب کا جو کامل ہو اول فرض یہ ہے کہ وہ یہ خوشخبری دے کہ میرے بتائے ہوئے احکام پر چلکر انسان اللہ تعالیٰ کی کامل معرفت حاصل کر سکتا ہے کیونکہ انسان بدی سے نہیں بچ سکتا جبتک کہ اللہ تعالیٰ کا کامل خوف اور اسکی کامل محبت انسان میں نہیں پیدا ہو سکتی جبتک کہ کامل معرفت الٰہی نہ ہو پس اللہ تعالیٰ کو جو کہ وراء الوراء ہستی ہے اور نہاں در نہاں ہے شناخت کرنیکا یہی بڑا ذریعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خود انسان کے کان میں **انا الموجود** ہونیکی آواز دے اور ہمکلامی کے شرف سے اسکو مشرف کرے پس جو کتاب کہ یہ دعویٰ کرتی ہے کہ میرے بتلائے ہوئے احکام پر قدم مار کر انسان اللہ تعالیٰ سے مکالمہ مخاطبہ حاصل کر لیتا ہے وہ ہی اس قابل ہے کہ اسکو کامل اور اعلیٰ کتاب کہا جائے اور جو مذہب اس سے انکار کرتا ہے وہ قطعاً اس قابل نہیں کہ اسکو کہا جائے اور ایسے مذہب پر چلکر کسطرح انسان کو اطمینان حاصل ہو سکتا ہے اور وہ تسلی پا سکتا ہے [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] ایسا [illegible] [illegible] بلکہ صرف قرآن کریم ہی ایسی جامع کتاب ہے جسنے یہ دعویٰ کیا ہے جیسا کہ [illegible] **ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل علیهم الملئکة الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون** وہ لوگ جو کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے اور نہ صرف کہتے ہیں بلکہ عملاً ظاہر کر دیتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اپر فرشتے اترتے ہیں انکو خوشخبری دیتے ہیں کہ تم کسی قسم کا حزن وخوف نہ کھاؤ ہم تمھارے ساتھ ہیں اور تم کو اس جنت کی جسکا تم کو وعدہ دیا جاتا ہے بشارت ہو اور صرف یہی نہیں کہ دعویٰ ہی کیا ہے بلکہ ہر زمانہ میں ایسے آدمی پیدا ہوتے ہیں جو قرآن کریم کے احکام پر چلکر دنیا کو یہ دکھلا دیتے ہیں کہ قرآن کریم کے احکام پر چلکر انسان کو اللہ تعالیٰ سے مکالمہ مخاطبہ حاصل ہو جاتا ہے اور وہ اس نعمت سے حصہ لیتا ہے چنانچہ اس زمانہ میں بھی جبکہ چار دانگ عالم سے ہر مذہب و ملت والے اپنے مذہب کی سچائی پر زور لگا رہے تھے خدا نے حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب کو دنیا میں بھیجا آپ ایک بہادر افسر کی طرح دنیا میں نمودار ہوئے اور دنیا کے ایک کونہ سے دوسرے کونہ تک